

رمز جنون
تحریر نور آصف

قسط 21

مصطفیٰ ملک رضا خان کے ساتھ مردانے کے
لاونج میں نڈھال سے بیٹھے تھے۔ ان کا چہرہ زرد ہو
رہا تھا۔ رات گہری ہو گئی تھی۔ باہر طوفانی بارش

ہو رہی تھی۔ رضا خان اور مصطفیٰ ملک ہر ممکن
کوشش کر چکے تھے۔ مگر زاویار خانزادہ عالیان
خان کوئی بات سننا بھی گوارا نہ کر رہے تھے۔
مصطفیٰ ملک اپنی تمام پاور استعمال کر چکے تھے مگر
زاویار خانزادہ کے علاقے میں ان کی کوئی سنوائی نہ
ہو رہی تھی۔

کچھ تو حل ہو گا رضا!! کچھ تو ایسا ہو سکتا ہے وہ
میرے بیٹے کو چھوڑ دیں۔ مصطفیٰ ملک نے ٹوٹے
پر مشدہ لہجے میں پوچھا۔
رضا خان پریشانی سے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیر
رہے تھے۔

مصطفیٰ ملک ان کے بہت اچھے دوست تھے جان
بستی تھی ان میں !!! انھیں اس حال میں وہ نہیں
دیکھ سکتے تھے۔ کاش وہ انھیں ادھر بلا تے ہی نہ !!
ان کی فیملی کے ساتھ یہ سب کچھ ہو جائے گا
انہوں نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔ رضا
خان جیسے شرمندگی کی اتھاہ گہرائیوں میں تھے۔ وہ

چاہ کر بھی کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ خان حویلی کا
جوان جہاں بیٹا زادویار خانزادہ کا جان سے عزیز بھائی
چلا گیا تھا۔ جس کی لاش تک نہ ملی تھی۔ ان سب
کے سینوں میں آگ دہکی ہوئی تھی وہ لوگ
زخموں سے چور تھے۔ خان حویلی میں جیسے کہرام
مچا ہوا تھا۔

اگر میرے بیٹے نے ار ترضی کو مارا بھی ہے تو اسے
پولیس کے حوالے کر دیں۔ مگر اس طرح کیسے وہ
لوگ میرے بیٹے کو لے کر جاسکتے ہیں؟؟۔
مصطفیٰ ملک نے غلبط سے کہتے اپنے کمزور دل پر ہاتھ
رکھا۔

وہ لوگ ابھی اذان کو پولیس کے حوالے نہیں
کریں گے یہاں فیصلے جرگے کرتے ہیں۔ خون کا
بدلہ خون ہے۔ رضا خان کی بات پر مصطفیٰ ملک سر
نفی میں ہلاتے بے بسی سے رو پڑے۔
عائش ملک مردانے کے پلر کے پیچھے پلر کے
ساتھ ٹیک لگائے زمین پر بیٹھی یہ سب سن رہی

تھی۔ ہاتھ میں پکڑے موبائل سے وہ بار بار
شاہویر کے آف نمبر پر ہزاروں بار کال کر چکی
تھی۔ سبرینہ ملک کا مینجر اس کی کالز میسجز سپرینہ
تک نہ پہنچا رہا تھا۔ سبرینہ بہت زیادہ ضدی عورت
تھیں۔ جب وہ کوئی فیصلہ کر لیتی تو دنیا کی کو کوئی
طاقت انھیں پیچھے نہیں ہٹا سکتی تھیں۔ وہ اس سے

ناراض ہو چکی تھیں۔ اب وہ چھ ماہ تک اسے سزا
دینے والی تھیں۔ یہاں تک ان کی کالز تک ان کے
مینجر کے فون پر ٹرانسفر کر وادی جاتی تھیں۔ مگر
اس بار تو مینجر بھی اس کی کالز نہیں اٹھا رہا تھا۔ نہ
اس کے میسجز سین کر رہا تھا۔ عائش ملک موبائل
اپنے سینے سے لگائے آنکھیں موندے ہوئے

نہی۔ آنکھوں کے سامنے سے وہ منظر ہٹ ہی
نہیں رہا تھا جب التمش خانزادہ اذان ملک کو بے
دردی سے مار رہا تھا۔ زاویار خانزادہ کتنا ظالم جابر
ہے وہ اذان کے ساتھ کیا سلوک کر رہا ہو گا یہ سوچ
کر ہی عائش ملک کو اپنی جان نکلتی محسوس ہو رہی
تھی۔ وہ اپنے دھڑکنوں کو مٹھیوں میں بے دردی

سے جکڑے ہوئے تھیں۔ دھڑکنیں خوف سے
عجب سی لے پر دھڑک رہی تھیں۔
یہ نہیں ہو سکتا میں اپنے بیٹے کو بھی مارنے
نہیں دے سکتا۔ یہ ثابت بھی نہیں ہوا اور تضحیٰ کو
میرے بیٹے اذان نے مارا۔

ثابت ہو یا نہ ہو وہ لوگ اذان کو نہیں چھوڑیں
گے۔ خون کا بدلہ خون ہی ہے۔ رضا خان نے بنا
کسی تمہید کے کہا وہ مصطفیٰ ملک کو جھوٹی امید نہیں
دلا سکتے تھے۔ مصطفیٰ ملک کچھ بھی کر لیتے زاویار
خانزادہ نے اذان ملک کو نہیں چھوڑنا تھا۔

کل جرگہ بیٹھے گا وہاں یہی فیصلہ ہو گا اذان ملک کو
مار دیا جائے گا۔ مگر ایک حل ہے رضا خان کی بات
پر مصطفیٰ ملک نے سوالیہ نگاہوں سے بہت امید
سے ان کی طرف دیکھا تھا۔

بتاؤ رضا خان میں سب کچھ کرنے کو تیار ہوں مجھے
اپنا سب کچھ وارنا بھی پڑا میں واردوں گا۔ مصطفیٰ

ملک جلدی سے بیتابی سے بولے۔

اپنی بیٹی کو وارنا ہو گا۔ رضا خان نے گہرا سانس لیتے

آہستگی سے کہا۔

بیٹی کو وارنا ہو گا؟؟ مصطفیٰ ملک نے نا سمجھی سے

رضا خان کو سوالیہ نگاہوں سے دیکھتے پوچھا۔

اپنی بیٹی وئی کرنی ہوگی۔ رضا خان کی بات پر مصطفیٰ
ملک نے کانپتے لبوں سے وئی لفظ دہرایا تھا۔
پلر کے پیچھے بیٹھی عائش ملک نے ہچکی لیتے اپنے
موبائل کی سکرین پر شاہویر ملک کی مسکراتی ہوئی
تصویر دیکھی۔ مصطفیٰ ملک کی خاموشی پر وہ مدھم
سا کر بزدل ہستے ہوئے اپنی نیلی گہری آنکھیں

مردانے کی عالیشان چھت پر گاڑھ گئی تھی۔ اس
کی نیلی بے حد خوبصورت بھیگی آنکھوں میں
صرف شاہویر ملک تھا۔

نہیں میں کسی صورت و فی میں نہیں جاؤں گی۔ کچھ
بھی ہو جائے عائش ملک اکیسویں صدی کی لڑکی
ہے۔ وہ کبھی مجبور بے کس نہیں ہو سکتی کہ وہ کسی

کے لیے خود کو وار دے۔ چاہے وہ جان سے پیارا
بھائی ہی کیوں نہ ہو۔

عائش ملک نے مضبوط لہجے میں کہتے خود سے عہد
لیا

کہاں رکھا ہے میرے بیٹے اذان کو؟؟ مصطفیٰ ملک
گھمبیر اور طویل خاموشی کے بولے تو عائش ملک

پلر کے پیچھے ہنستی چلی گئی تھی۔

میرا بیٹا!! عایش ملک مصطفیٰ ملک کے ادا کیے لفظ

زیر لب بولتے ہنستی جا رہی تھی۔

اپنے ڈیرے پر رکھا ہے اسے۔ سنا ہے بہت مارا ہے

زاویار خانزادہ نے اسے!! داور خان کی بات پر

مصطفیٰ ملک روپڑے تھے۔ پلر کے پیچھے بیٹھی

عائش ملک بھی رودی تھی۔

عائش ملک زمین سے اپنے عارض سے بہتے آنسو

بے دردی سے صاف کرتے ہوئے اٹھتے زنان

خانے کی طرف بڑھی تھی۔

عائش ملک کی گاڑی زاویار خانزادہ کے ڈیرے کی
طرف رواں تھی۔ خائستہ سے زاویار خانزادہ کے
ڈیرے کا پتہ پوچھتے وہ ڈرائیور کے ساتھ اس کے
ڈیرے پر جا رہی تھی۔

مصطفیٰ ملک بے حال سے تھے۔ انھیں تو جیسے کچھ
ہوش ہی نہیں تھا۔ اس کا باپ ہمیشہ سے کمزور تھا

سبرینہ ملک ہو یا پھر اشیر ملک ان کا بھائی وہ ہر کسی
کے سامنے کمزور پڑ جاتے تھے۔ وہ جانتی تھی وہ کچھ
نہیں کر سکیں گے اور وہ خود کو کسی قیمت پر وئی
نہیں ہونے دے سکتی تھی۔ نہ اپنے بھائی پر ظلم
برداشت کر سکتی تھی۔ جب سے اسے پتہ چلا تھا

زاویہ خانزادہ نے اذان ملک کو مارا ہے وہ تو جیسے
کانٹوں پر لوٹ رہی تھی۔

عائش ملک کی گاڑی ڈیرے پر آکر رکی۔ وہ گاڑی
سے اترتے تیزی سے کھلے گیٹ سے اندر داخل ہو
گئی تھی۔ بارش زوروں پر تھی۔ گیٹ سے اندر کا
طویل راستہ طے کرتے ہوئے وہ مکمل طور پر

بھیگ چکی تھی۔ وہ اس وقت سفید کالر کی فراک
میں ملبوس تھی اس کے سنہرے بال کھلے تھے۔ وہ
بھاگتے ہوئے آگے بڑھا اس بڑے سے ڈیرے کی
پتھریلی زمین پر آگے بڑھ رہی تھی کہ اس کے
قدم یکدم رکے تھے۔ اس کی بھیگی آنکھیں بے
یقین ہوئی تھیں۔ اذان ملک کو سامنے پلر کے

ساتھ رسیوں سے باندھا ہوا تھا۔ وہ بہت بری
طرح زخمی تھا۔ وہ نیم بیہوش تھا اس کے چہرے پر
شدید زخم تھے۔ اس کی سفید شرٹ خون میں
بھیگی ہوئی تھی۔

اذان !! وہ چیختے ہوئے اذان کی طرف بڑھتی اس
کے ساتھ لیٹی۔

اذان !! وہ روتے ہوئے اذان ملک کا چہرہ تھا
ہوئے اسے ہچکیوں سے اسے پکار رہی تھی۔
آنکھیں کھولو اذان !! عایش نے اس کا زخموں سے
اٹا چہرہ تھا مے روتے ہوئے کہا۔ وہ اتنے تشدد کے
بعد بیہوش ہو چکا تھا۔ عائش ملک اس کا چہرہ تھا
اس کے سینے اس کے بازوؤں کو اپنے کپکپاتے

ہاتھوں سے چھوتے ہوئے رو رہی تھی۔ وہ ہر جگہ
سے زخمی تھا۔ جسم کے ہر حصے سے خون رس رہا تھا
اسے اتنی بے رحمی سے مارا گیا تھا۔
اذان!! وہ اس کے ساتھ لپٹے فلگ شگاف چنچیں
مار رہی تھیں۔

کیا ہوا اپنے بھائی کی باری آئی تو تمھاری چنچیں
آسمان کو چھو رہی ہیں۔ زاویار خانزادہ کی استھرائیہ
آواز پر عائشہ ملک نے پلٹ کر دیکھا وہ کرسی پر
ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھے ہوئے سگریٹ کے
گہرے کش لے رہا تھا۔ زاویار خانزادہ کی آنکھیں
سرد سرخ خون اتری تھیں۔

تم سچ میں ظالم ہو ز او یار خانزادہ!! کوئی اس طرح
کسی پر تشدد کرتا ہے یہ انسان ہے جانور نہیں جسے
تم نے اس طرح مارا ہے۔ تمہیں خدا کا خوف ہے
کہ بھی نہیں کہ خود کو ہی خدا سمجھتے ہو۔
عائش ملک اس کی طرف دیکھتے ہذیانی چیخی تھی۔

چینو جتنا چیخ سکتی ہو!!! مگر تمھارے بھائی کی جان
ایسے ہی قطرہ قطرہ لوں گا۔ خون کا ایک قطرہ نہیں
چھوڑوں گا اس میں۔۔ اور پھر اس کی لاش کو جلا
ڈالوں گا بلکہ نہیں اس کے جسم میں سانسیں ہوں
گی ابھی تب اسے جلاؤں گا تاکہ اسے پتہ چلے زندہ
جل جانا کیسے لگتا ہے۔ وہ بر فیلے لہجے میں بولتے

کرسی کی سطح پر سر رکھے ہوئے سگریٹ کے
گہرے کش لینے لگا

تم ہم ملکوں کو جانتے نہیں ہو ز او یار خانزادہ!! تم
نے میرے بھائی کو ایک اور خراش بھی دی
تمہارے پورے خاندان کے حلق سے چیخیں
نکلواؤں گی میں۔ میرے بھائی کا مزید خون بہا میں

تسہیں جان سے مار ڈالوں گی۔ وہ اذان ملک کی
حالت دیکھتے پاگل ہوتے اس کی طرف بڑھی تھی
۔ اس کا گریبان اپنی مٹھیوں میں جکڑتے
جھنجھوڑتے ہوئے چیخیں۔ زاویار خانزادہ اپنا گریبان
اسی لمحے چھڑواتے اسے بے دردی سے دھکا دے
کیا تھا۔ عائشہ زمین پر اوندھے منہ گری۔ زاویار

خانزادہ کرسی سے اٹھتے اسے بالوں سے بے دردی
سے جکڑے کھڑا کرتے اسے اپنے مقابل کر گیا۔
عائش اپنے بال اس کی گرفت سے چھڑواتے اس
کی خون اتری آنکھوں میں اپنی نیلی آنکھیں
گاڑھے ہوئے تھی۔

میرے خاندان کے حلق سے چپخیں نکلواؤ گی؟!
اس سے پہلے آج یہاں دلخراش چپخیں گونجے گی
جس سے تشہیں پتہ چلے گا زاویہ خانزادہ کی اصل
دہشت!!! وہ اس کی نیلی آنکھوں میں دیکھتے غرا
اٹھا۔

پچھتاؤ گے تم زاویار خانزادہ چھوڑ دو میرے بھائی
کو۔۔ وہ اس کی بے درد گرفت پر اس کی آنکھوں
میں دیکھتے سسکتے ہوئے بولی۔

زاویار عایش کے سسکنے پر ہنستے ہوئے اسے اذان
ملک کی طرف دھکیل گیا تھا۔

وہ اذان ملک کے کے ساتھ لپٹتے ہوئے ہڈیاں رو
پڑی تھی۔ اذان ملک کی حالت اس کے وجود پر
کیلکی دوڑا رہی تھی۔ بہت بے دردی سے زاویار

خانزادہ نے سے مارا تھا۔

تم ظالم ہو زاویار خانزادہ! تم انسان نہیں ہو جنگلی
درندے ہو۔ تم فرعون سے بھی بدتر ہو۔ کیا

حالت کر دی میرے اذان کی؟!۔ وہ اذان کے
بیہوش وجود کے ساتھ لیٹتی ہوئی حلق کے بل چیخ
رہی تھی

عائش ملک کی چیخوں پر زاویار خان زادہ اس کی
طرف ایک ہی جست میں بڑھتے اس کی گردن
اپنے مضبوط شکنجے میں دبوچ گیا۔

بھائی مرا ہے میرا!! ز او یار خانزادہ کا بھائی جو اسے
جان سے زیادہ عزیز تھا۔ اس کی لاش تک نہیں ملی
جل کر راکھ ہو گیا وہ!! اب تمہارے بھائی کے
جب تک ٹکڑے ٹکڑے نہ کر ڈالوں مجھے چین
نہیں آئے گا۔ وہ اس کی گردن دبوچتے اس کی نیلی

آنکھوں میں اپنی خون اتری آنکھیں گاڑھے دھاڑا
تھا۔

عائش ملک اس کے منضبوط ہاتھوں سے خود کو
چھڑوانے کی ناکام سعی کر رہی تھی۔ وہ بہت بے
دردی سے اس کا گلہ جکڑے ہوئے تھا۔ زاویار
خانزادہ کی پیشانی کی نیلی رگیں تک ظاہر ہو رہی

نہیں۔ وہ پھولتی رگوں کے ساتھ عایش کو خون
اشام سے نگاہوں سے گھورتے اس کی گردن پر
اپنے ہاتھ کا دباؤ بڑھتا جا رہا تھا۔ عایش اس کے
آہنی شکنجے میں خود کو چھڑواتے بری طرح پھڑپھڑا
رہی تھی۔ مگر اس کا نازک کپکپاتا وجود اس کا مقابلہ
نہ کر پا رہا تھا۔

التمش!! زاویار خانزادہ اس کی گردن چھوڑے
حلق کے بل اس طرح دھاڑا تھا کہ عایش ملک پلر
کے ساتھ لگی اپنی سانسیں بحال کرتے بری طرح
لرزاٹھی تھی۔ اسے زاویار خانزادہ سے اس دن
واش روم میں بندھے اتنا خوف نہیں آیا تھا جتنا آج
آیا تھا۔ زاویار خانزادہ کا سرد سرخ چہرہ اس کی

سرخ آنکھیں پیشانی پر بکھرے اس کے سیاہ بال
اس کے سرخ و سفید چہرے کو عجیب سا وحشت
زدہ بنائے ہوئے تھے۔ عائش ملک اپنی ٹوٹی
بکھری سانسیں سمیٹتے بری طرح کانپ رہی تھی۔
زاویار خان زادہ کی پکار پر التمش کمرے سے نکلتے اذان
ملک کی طرف بڑھا تھا۔ اس کے ہاتھ میں چابک

تھا۔ اس نے بے دردی سے اذان ملک کو مارا تھا۔
اذان ملک اس چابک کے ضرب سے بیوشی میں چیخ
اٹھ تھا۔ عائش ملک بھی چیختے ہوئے اذان ملک کی
طرف بڑھی۔ زاویار خان زادہ اسے بازو سے
جکڑے پلر کے ساتھ لگا گیا تھا۔ چھوڑو میرے

بھائی کو!! عایش روتے ہوئے خود زاویار خانزادہ
کی گرفت سے چھڑواتے ہوئے چیختی تھی۔
زاویار خانزادہ استہزائیہ ہنستے ہوئے اسے سرخ
آنکھوں سے گھورتے اسے بازو سے جکڑے بے
دردی سے پلر کے ساتھ لگائے ہوئے تھا۔ ہر

چابک کے وار کے ساتھ اذان ملک کے ساتھ
عائش بھی حلق کے بل چیختی تھی۔

میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں۔ میرے
بھائی کو چھوڑ دو۔ عایضش اب روتے ہوئے
زاویار خانزادہ کے آگے ہاتھ جوڑ گئی تھی۔ زاویار
خانزادہ اسے بے تاثر سرخ آنکھوں سے دیکھ رہا

تھا۔ التمش کے بے درد وار اور اذان ملک کی چیخوں
کی گونج باہر برستی بارش کو مزید خوفناک بنا رہی
تھی۔۔۔ زاویار خان زادہ نے اسے اپنی گرفت سے
آزاد کر دیا تھا۔ عائش اذان کی طرف بڑھتے اس
سے چند قدم کے فاصلے پر رکے اب چنچیں مار رہی
تھی۔ التمش بہت بے دردی سے اذان ملک کو رمار

ہا تھا۔ اذان ملک کی حالت مزید خراب ہو چکی تھی

-

زاویار خان زادہ اپنے بوٹوں کی بھاری دھمک سے
برآمدے میں رکھی کرسی کی طرف بڑھتے بیٹھ گیا
تھا۔ وہ کرسی پر بیٹھے اپنے پیروں میں چمکتے سیاہ

بوٹ کو ہلاتے ہوئے اذان ملک کو خونخوار نگاہوں

سے دیکھ رہا تھا

التمش! زاویار خانزادہ کی گونج دار گرج گونجی

تھی۔

جی خان! التمش خانزادہ نے پلٹے بغیر جواب دیا۔

جب میرا رضی جل رہا ہو گا اس طرح کی ہی پینیں
گوںج رہی ہوں گی ناں! ! زاویار خانزادہ کے سوال
پر التمش کا چابک مارتا ہاتھ رکا تھا۔

التمش خانزادہ کی آنکھوں میں اذان ملک کو دیکھتے
خون اتر اٹھا۔ آہہ! التمش خانزادہ نے اذان ملک کو
پوری قوت سے چابک مارا۔ زاویار خانزادہ کے

کومار نے لگا۔ عایش ملک اپنے بال مٹھیوں میں
جکڑے ہدیائی چنیں مارتے بے حال ہو رہی تھی۔
آہہ۔۔۔ زاویار خانزادہ اپنی نم سرخ آنکھوں کو
انگلیوں سے مسلتے ہوئے کرسی کی سطح پر سر رکھے
چپے مارنے لگا۔

باہر برستی بارش کی بوندیں لوہے کی چھت کی
چادروں پر گرتی ڈیرے کو عجب خوفناک سا بنائے
ہوئے تھی۔ ڈیرے پر عایش ملک اور زاویار
خانزادہ کی چچنیں گونجتے پہاڑوں کو لذز نے پر مجبور
کر رہی تھیں۔ دونوں کی درد بھری آہ پکار اس
ڈیرے کو وحشت زدہ سی بنا رہی تھی۔

عائش ملک اذان ملک کو خون میں رستادیکھتے
بھاگتے ہوئے زاویار خانزادہ کی طرف بڑھتے اس
کے قدموں میں گر گئی تھی۔

تمہیں خدا کا واسطہ ہے التمش کوروکو۔۔ وہ مر
جائے گا۔ میرا بھائی مر جائے گا۔ دیکھو اس کا چیخنا
بھی بند ہو چکا ہے۔ تمہیں خدا کا واسطہ ہے التمش

کو رو کو۔ عائشہ ملک اس کے قدموں میں گرتے
گڑ گڑائی تھی۔ زاویار خانزادہ ابھی بھی کرسی کی
سطح پر رکھے بری طرح چیخ رہا تھا۔ زاویار خانزادہ کی
چیخیں عائشہ ملک کو تھر تھرانے پر مجبور کر رہی
تھیں۔ وہ اس کے قدموں میں جھکی سسکتے ہوئے
کانپتے ہوئے ہاتھ جوڑے ہوئے تھی۔

مرنے کے لیے تو اسے لایا ہوں یہاں۔ زاویہ پار نے
اپنے خم زدہ چہرے پر دونوں ہاتھ پھیرتے جھکتے
ہوئے عایش کی ٹھوڑی کو اپنے آہنی ہاتھ میں جکڑ
کیا۔

خدا۔۔۔ کا۔۔۔ واسطہ۔۔۔ ہے۔۔۔ تمہیں۔

عائش نے دونوں ہاتھ جوڑے اس کی سرخ
آنکھوں میں دیکھتے سسکتے ہوئے ٹوٹے لفظوں سے
فریاد کی۔

التمش چھوڑ دو اسے!! زاویار خانزادہ نے عائش
ملک کے سسکتے وجود کو دیکھتے سرد سپاٹ حکمیہ لہجے
میں حکم۔ جی خان التمش نے اسی لمحے رکتے ہوئے

چابک دور اچھا دیا تھا۔

عائش زمین سے اٹھتی بھاگتی ہوئی اذان کی طرف
بڑھی جو مزید خون میں لت پت ہو چکا تھا۔ اس کی
گردن ڈھلکی ہوئی تھی۔ اذان میری جان آنکھیں
کھولو!! وہ تڑپتے ہوئے اس کا چہرہ تھا مے اس کے
زخمی چہرے پر لب رکھتے بولی۔

پانی۔۔۔ پانی۔۔۔ اذان ملک نے نیم وا آنکھیں
کھولتے بمشکل کہا تھا اس کی گردن پھر سے ڈھلک
گئی تھی۔

التمش اسے پانی نہیں ملے گا۔ اور اس لڑکی کو یہاں
سے جلد بھیج کر گیٹ بند کر دو۔ زاویار خانزادہ سرد
حکمیہ غراہٹ زدہ لہجے میں کمرے کی جانب بڑھ گیا

تھا۔

جی خان !!! التمش اذان ملک کو گھورتے ہوئے

زاویار خانزادہ کے پیچھے بڑھا تھا۔

میں لاتی ہوں پانی اذان۔۔ میں تمہیں پلاتی ہوں

پانی۔ عایش نے اذان ملک کا چہرہ تھا متے کپکپاتے

لبوں سے کہتے برآمدے اور صحن میں نگاہیں

ڈوڑائیں۔ جہاں کچھ بھی ایسا نہ تھا جس میں پانی
ہو۔ وہ بھاگتے ہوئے کھلے آسمان کے نیچے آئی تھی
بارش ابھی بھی بہت تیز ہو رہی تھی۔ ایک طرف
چھت کے پر لگے پر نالے سے پانی بہت تیزی سے
بہہ رہا تھا۔ وہ اس کی طرف بڑھتے اپنی دونوں
ہتھیلیاں جوڑ گئی۔ ہتھیلیوں کی اوٹ کو جوڑے اس

میں۔ پانی بھر کر وہ بھاگتے ہوئے اذان ملک کی
طرف آئی۔ مگر پانی اس کی ہتھیلیوں سے نکل گیا
تھا۔ وہ روتے ہوئے پھر سے پرنا لے کی طرف
بڑھی تھی۔ دو تین بار کوششوں سے وہ پانی
ہاتھوں کے پیالے میں پانی بھر نہ سکی تھی۔ برآمدہ
کافی دور تھا پانی اس کی ہتھیلیوں سے نکل جاتا تھا۔

عائش نے روتے ہوئے اذان کو دیکھا اس کے لب
مسلسل ملتے ہوئے پانی مانگ رہے تھے۔ وہ روتے
ہوئے اب اس پر نالے کے ٹھنڈے برفیلے پانی
کے نیچے کھڑی ہوئی۔ اپنی فراک کا دامن اٹھائے
اس نے اس میو پانی بھرا تھا۔ وہ فراک کے دامن
میں پانی بھرتے ہوئے اذان ملک کی طرف بھاگی

تھی۔ اذان اس نے اپنا دامن اوپر کیا۔ اس فراق
پیٹ سے ہٹ گیا تھا۔ مگر وہ اذان ملک کو پانی نہ ملا
سکی تھی۔

آہہ۔۔۔ وہ بے بسی سے اب چیخ پڑی تھی۔ عائش
نے روتے ہوئے اپنا گیلادامن کا کونا اذان ملک
کے منہ میں نچوڑا۔ دوسرے لمحے وہ اس کا چہرے

پر دیوانوں کی طرح لب رکھتے پھوٹ پھوٹ کر رو
دی تھی۔ وہ اسی لمحے روتے ہوئے بھاگتے ہوئے
ڈیرے سے نکل آئی تھی۔۔۔۔۔

عائش بے حال سی بھیگی رضا خان کی حویلی میں
داخل ہوتے تیزی سے مردانے داخل ہوئی۔

پاپا میں ونی ہونے کے لیے تیار ہوں۔ کل جرگے
میں میرا نکاح زاویار خان زادہ سے ہو جانا چاہیے۔۔
وہ بے تاثر لہجے میں بولتے اپنے کمرے کی طرف
بڑھ گئی تھی۔

مصطفیٰ ملک سر جھکائے اپنی نم آنکھیں انگلیوں سے
مسلم کئے تھے۔

زاویار خانزادہ میں کچھ تو اچھائی ہوگی۔ اچھا انسان
ہے نہ وہ۔۔۔ مصطفیٰ ملک کی بہت دیر بعد کپکپاتی
آواز گونجی۔

رضا خان اور داور ایک دوسرے کی طرف دیکھتے
نگاہیں چراکے تھے۔

کافی ٹیڑھی اور سخت چیز ہے حوصلہ ہمت رکھنی ہو

گی۔ کل ان شاء اللہ کمہار ایٹا کمہارے پاس ہوگا۔
رضا خان نے مصطفیٰ ملک کا کندھا تھپتھپایا تھا۔
مصطفیٰ ملک پھوٹ پھوٹ کر رو دیے تھے۔

جرگے میں ہوئے فیصلے کے مطابق پوری حویلی
میں کھرام مچا ہوا تھا۔ زاویار خان زادہ نے اپنا پورا

کمرہ تہس نہس کر کے رکھ دیا تھا۔ وہ یہ فیصلہ ماننے
سے انکار کر چکا تھا مگر عالیان خان جرگے میں ہامی
بھر چکے تھے۔ مصطفیٰ ملک نے اپنی تمام جائیداد
روپیہ پیسہ لینے کو بھی کہا تھا۔ جو عالیان خان اسی
لمحے ٹھکرا چکے تھے۔ مگر جرگے کے دباؤ پر انھیں
عائش ملک کو ورنی میں لینے کے لیے ہامی بھرنی ہی

پڑی تھی۔ زاویار خان زادہ تو جیسے پاگل ہوا ہوا تھا۔
اذان ملک کو وہ واپس کرنے پر وہ کسی قیمت پر تیار نہ
تھا۔

ارتضیٰ!! زاویار خان زادہ چیختے ہوئے زمین پر بیٹھے
بیڈ کے ساتھ ٹیک لگائے اپنا چہرہ ہاتھوں میں
چھپائے پھوٹ پھوٹ کر رو دیا تھا۔ اس کی سرخ

آنکھوں میں وحشت سی اتر رہی تھی

عائش ملک ریڈ بلا وز اور ریڈ کلر کے لہنگے میں ملبوس
مردانے میں موجود ایک کمرے میں دلہن کی
طرح سچی بیٹھی ہوئی تھی۔ اسے دلہن کی طرح تیار
کر کے اس پر بڑی سی سیاہ چادر اوڑھائے رضا خان

اور مصطفیٰ ملک کے ساتھ زاویہ خانزادہ کی حویلی
لایا گیا تھا۔

وہ مردانے کے ایک کمرے میں اب بیٹھی بری
طرح لرز رہی تھی۔ اس پر سیاہ بڑی سی چادر ابھی
تک اوڑھی ہوئی تھی۔ جسے اس نے خود سے ہٹایا
نہیں تھا۔ نہ اسے سمجھ آ رہا تھا وہ کیا کرے؟!

اس حویلی ان پہاڑوں میں وہ مر کر بھی نہیں آنا
چاہتی تھی مگر زندہ لاش بن کر وہ یہاں چلی آئی
تھی۔ زاویار خانزادہ کے خوف سے اس کا انگ
انگ لرز رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اس کی ملکیت
اس کی بیوی بن جانی تھی۔ وہ اس کے ساتھ کیا
سلوک کرے گا وہ سوچ کر ہی خوفزدہ ہو رہی

تھی۔۔ اس کا ظالمانہ روپ وہ ڈیرے پر دیکھ چکی
تھی۔

اٹھارہ سالہ عایش ملک کا انگ انگ تیس سالہ
زاویار خانزادہ کے خوف سے لرز رہا تھا۔
نکاح خواں کے کمرے میں آتے اس نے سیاہ چادر
کی اوڑھ سے ڈرتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔

نکاح خواں کے ساتھ رضا خان بھی اندر آئے
تھے۔

عائش مصطفیٰ ملک آپ کو پانچ ہزار حق مہر کے
عوض زاویار عالیاں خانزادہ کے نکاح میں دیا جاتا
ہے کیا آپ کو قبول ہے۔ نکاح خواں کے پوچھنے پر
اس نے کپکپاتے لبوں سے قبول ہے کہا تھا۔

وہ تین بار ہے قبول ہے کہتے نکاح نامے پر سائن
کرتے پھوٹ پھوٹ کر رودی تھی۔

زاویار خانزادہ سرد سرخ چہرے کے ساتھ سیاہ
شلوار قمیض میں ملبوس صوفے پر اپنی حویلی کے
مردانے میں بیٹھا ہوا تھا جہاں باقی مرد بھی بیٹھے

تھے۔

قبول ہے کے لفظ دہراتے اس کی آنکھوں کی
سرخی بڑھتی جا رہی تھی۔ نکاح نامے پر سائن
کرتے اس کے منضبوط ہاتھ جس کی نیلی رگیں ظاہر
ہو رہی تھیں۔ سائن کرتے وہ پن کی نب توڑ چکا
تھا۔ نکاح مکمل ہوتے وہ لمبے لمبے ڈھگ بھرتا

وہاں سے چلا گیا۔

دو دن سے پہاڑ کی گھاٹیوں کے پیچھے چھپے ہوئے
میجر شاہویر ملک اور اس کا ساتھی جنید راؤ گہری
ہوتی رات کا انتظار کر رہے تھے۔ شاہویر ملک اور
اس کے ساتھی نے ایک دوسرے کو اشارہ کرتے

اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے گرینیڈ کی پن نکالتے اسے

پہاڑ کی دوسری طرف اچھالے تھے۔

وہ لوگ گہرے سانس لیتے پھر سے پہاڑ کی گھاٹی

کے پیچھے پناہ لے چکے تھے

دوسری طرف دھماکہ ہوتے بہت سے دشمنوں کی

چنچیں گونجی تھیں۔ وہ ٹیک لگائے اب ایک

دوسرے کی طرف دیکھے مدھم ساہنسے تھے۔
انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ایک بار
پھر سے گرینیڈ کی پنزنکا لتے اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے
دوسری طرف اچھالے تھے۔ دھماکوں کی گونج
دار آواز سنتے وہ لوگ ٹیک لگائے گہرے سانس
لینے لگے۔

شاہویر ملک نے گہرا سانس لیتے آنکھیں موندے
دل پر ہاتھ رکھا۔ دل میں عجیب سا درد سا اٹھاتا تھا۔
کیا ہوا میجر شاہویر ملک ابھی تیس کے ہوئے ہو
ابھی سے دل کی بیماری لاحق ہو گئی؟؟۔ جیند راؤ
نے ہنستے ہوئے پوچھتے اپنی ٹانگیں پھیلائیں۔ دو
دن سے وہ ہل بھی نہیں رہے تھے۔ بہت تھوڑی

جگہ پر چھپ کر بیٹھے دشمن کی چوکیوں ان کی ہر
حرکت پر نظر رکھے ہوئے تھے۔ دشمن کی چوکی
تباہ کرنی تھی۔ آج وہ کامیاب ہو چکے تھے۔

دل کا یہ عارضہ اٹھارہ سال سے لاحق ہے۔ وہ
آنکھوں سے دور ہو دل میں درد ہونے لگتا ہے۔
مگر آج ذرا درد زیادہ ہونے لگا ہے۔ شاہویر

آنکھیں موندے ہنساتھا۔ عائش ملک کی یاد نے
عجب طریقے سے دل پر حملہ کیا تھا۔
فوجی جوان ہو دل کی مضبوطی کا ہونا شرط ہے۔
جنید نے مسکراتے ہوئے کہا۔
اس بار واپس جاتے ہوئے سب سے پہلے دل کو
منظبوط کروں گا اسے نکاح میں لیتے ہوئے۔

شاہویر ملک سنجیدگی سے بولا تو جنید کا ہلکا سا قہقہہ
گو نجاتھا۔

یکدم پیچھے سے گرینڈ آتما ان کی طرف کافی فاصلے پر
آگرا تھا۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کو خوفزدہ
نگاہوں سے دیکھا تھا۔

اس بار نکاح ضرور کر لینا میجر شاہویر ملک!!۔۔

جنید راؤ کہتے زمین سے اٹھتے بھاگتے ہوئے اس
گرینڈ کے اوپر گرا تھا۔ زوردار دھماکہ ہوا تھا جو
جنید راؤ کے چیتھڑے اڑا گیا تھا۔

شاہویر ملک کی چیخ بلند ہوئی تھی۔ اب وہ گہرے
سانس لیتے اپنے نم آنکھوں سے ساٹھی جنید راؤ کی
چھیتھڑے اڑی لاش دیکھ رہا تھا۔ جو اسے بچانے

کی خاطر اس گرینڈ پر کو دگیا تھا۔ ورنہ ان دونوں کی
جان جاتی۔ شاہویر ملک گھٹنوں اور بازؤں کے بل
سنگتے ہوئے آگے بڑھنے لگا۔ جنید راؤ کی قربانی
رائیگاں نہیں جاسکتی تھی۔ اسے اپنے افسران کو
یہاں کی صورتحال کا اگاہ کرنا تھا۔ وہ لوگ کس
طرح اور کیسے ان لوگوں کی دھجیاں اڑا سکتے تھے

رات گہری اور ٹھنڈی ہو رہی تھی۔ وہ دلہن کے
لباس میں بیڈ پر بیٹھی بری طرح کپکپا رہی تھی۔ وہ
پچھلے کئی گھنٹوں سے ادھر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی

کمر تختہ ہو چکی تھی۔ کوئی بھی ادھر نہیں آیا تھا۔
اس کے اوپر زاویار خانزادہ کا خوف اس طرح سوار
تھا کہ اس نے اپنے اوپر سے سیاہ چادر تک نہ اتاری
تھی۔ جب عایش ملک تھی تب وہ ہندھڑ عالش
مصطفیٰ ملک تھی جس کے پیچھے شاہویر ملک اذان
ملک مصطفیٰ ملک ہوتے تھے۔ جو اسے مضبوط

بناتے تھے۔ اب تو اس کا کوئی نہیں تھا۔ وہ خون بہا
میں آئی تھی۔ اس کی قسمت اس کے ساتھ یہ سب
کرے گی وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ وہ کبھی کسی
مرد سے یوں خوفزدہ ہوگی اسے اندازہ نہ تھا۔ مگر
نکاح کے بعد زاویا ریا خانزادہ کے خوف سے اس کی
سانسیں لرز رہی تھیں۔

یکدم بھاری قدموں کی آواز پر عائش کا دل دہل اٹھا
تھا۔ وہ ان قدموں کی آواز پہچانتی تھی۔ یہ زاویار
خانزادہ کے قدموں کی دھمک تھی جن میں عجیب
سی دہشت ہوتی تھی۔

وہ گہرے سانس لیتے بری طرح کانپتے ہوئے اپنی
نیلی آنکھیں پھیلائے ہوئے تھی۔

وہ دھاڑ سے دروازہ کھولتے اندر داخل ہوا تھا
عائش اپنی چادر اپنے چہرے سے ہٹائے خوفزدہ
ہوتے پیچھے کی طرف کھسکتی بیڈ کراون کے ساتھ
جا لگی۔

وہ عائش کو خون اتری آنکھوں سے دیکھتے ہوئے
اس کی طرف بڑھتے اس کی کلائی بے دردی سے

جلڑے اسے بیڈ سے ہسیٹتے اپنے مقابل کھڑا کر
کیا تھا۔ وہ تھر تھر کانپتے اس کے چوڑے سینے سے
آن ٹکرائی تھی۔ عایش نے اپنی گہری نیلی خوفزدہ
ہر نی سی آنکھیں زاویار خانزادہ کی دہشت ناک
سرخ آنکھوں میں گاڑھیں۔

تمھاری جگہ یہ نہیں ہے۔۔۔ زاویار خانزادہ اسے

دیکھتے غرایا۔

کک کونسی ہے؟! عایش نے لرزتے ہوئے
کیپکپاتے لبوں سے ہچکی لی۔ وہ اسے کلائی سے پکڑ کر
گھسیٹتے ہوئے زنان خانے کی طرف بڑھا۔ وہ اس
کی سخت گرفت میں گھسٹی ہوئی اس کے ساتھ
بڑھ رہی تھی۔ چادر اس کے وجود سے اتر چکی

تھی۔ وہ اب دلہن کے لباس میں تھی۔ کامدار
بھاری دوپٹہ کا کونا زنان خانے کے داخلی دروازے
کے ہینڈل میں بری طرح اٹکا تھا۔ زاویار خانزادہ
کے ساتھ گھسٹتے ہوئے اس نے سسکی بھری تھی۔
دوپٹے کی کھچ سے اس کے بالوں میں بری طرح
کھچ پڑی تھی۔ زاویار خانزادہ طیش و الم سے آگے

بڑھ رہا تھا۔ دوپٹہ ہینڈل میں اٹکنے سے وہ بری
طرح لڑکھڑائی تھی مگر زاویہ اسے بے دردی سے
کھینچ چکا تھا دوپٹہ اس کے سر سے جدا ہوتے
دروازے کے ہینڈل میں اٹک گیا تھا۔ سمپل سا
جوڑا ڈھلک کر کندھے پر آیا تھا۔ وہ درد سے
سکاریاں بھرتے اس کے ساتھ گھسٹتی جا رہی

تھی۔

زاویار خان زادہ نے زنان خانے کی طرف بڑھتے
اسے بے دردی سے فرش پر دھکا دیا۔ عایش چیختے
ہوئے فرش پر منہ کے بل گری۔
تابانہ خانم اور زرقہ خانم اپنے اپنے کمروں سے نکلتے
بھاگتے ہوئے لاونج میں آئی تھیں۔

اس کی جگہ زمین کی تہہ ہے اسے میں جان سے مار
ڈالوں گا۔ زاویار خانزادہ دھاڑتے ہوئے عایش کی
طرف بڑھا تھا۔ وہ سیدھی ہوتی گھسٹتے ہوئے
پچھے ہوتے صوفے کے ساتھ جا لگی تھی۔ زاویار
خانزادہ ایک ہی ممجست میں اس کی طرف بڑھتے
پنجوں کے بل بیٹھتے اس کی گردن بے دردی سے

اپنی فولادی شکنجے میں جکڑ گیا۔

زاویار!! عالیان خان زنان میں داخل ہوتے چہنچہتے

ہوئے زاویار کی طرف بڑھے تھے۔ جس کی

آنکھوں میں خون سوار تھا۔

التمش خانزادہ بھی زنان خانے میں داخل ہوتے

زاویار کی طرف بڑھا تھا۔ مگر عایش کو بغیر کسی

دوپٹے کے دیکھتے وہ نظریں جھکائے پیچھے کی طرف
قدم بڑھا گیا

۔ عالیان خانزادہ نے آگے بڑھتے زاویہ خانزادہ
کے ہاتھوں سے عائشہ ملک کو چھڑوانے کی
کوشش کی۔

التمش نظریں جھکائے کھڑا تھا۔ عائشہ ملک اب

عائش ملک نہیں عائش زاویار خانزادہ تھی۔ زاویار
کی عزت تھی وہ اب!! وہ اس کی طرف اب کبھی
نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔

ہٹ جائیں بابا!!! ار ترضی کے خون کے بدلے آئی
ہے۔ اس کے بھائی کو نہ مار سکا مگر اسے ضرور
ماروں گا تبھی میرے دل کو چین آئے گا۔ وہ

غراتے ہوئے عائش ملک کے گلے پر دباؤ ڈالے
ہوئے تھا۔ عائش کی نیلی آنکھیں باہر کو ابل آئی
تھیں۔ وہ اس کی گرفت میں بن آب مچھلی کی
طرح تڑپ رہی تھی۔

تابانہ خانم اور رزقہ خانم روتے ہوئے عائش ملک
کو دیکھ رہی تھیں۔ ابھی ار تضي کے قل بھی نہیں

ہوے تھے اور وہ دہن کے لباس میں ان لوگوں
کے سامنے تھی۔ ان کا بس نہیں چل رہا تھا اس
لڑکی کو آگ لگا دیں۔

عائش کی کمزور سی مزاحمت اب دم توڑ رہی تھیں۔
اس کی آنکھیں باہر نکل آئی تھیں۔
زاویار!! عالیاں تمہیں ارتضیٰ کی قسم ہے اسے

چھوڑ دو! عالیان عائش کی حالت دیکھتے حلق کے
بل چبھنے لگے۔ زاویار خانزادہ گہرے سانس لیتے
جبرے بھینچے عائش ملک کو اپنی گرفت سے آزاد
کر گیا۔ عائش گردن پر ہاتھ بری طرح کھانستے
ہوئے اپنی ٹوٹی سانسیں بحال کرنے لگی۔
زاویار خانزادہ نے کھڑے ہوتے اپنی جیب سے

پسٹل نکالتے ہوئے چھت میں کئی فایر کیے تھے۔
عائش ملک چیختے ہوئے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ گئی
تھی۔

مارڈالوں گا اسے میں! نہیں چھوڑوں گا اسے میں۔
!زاویار خانزادہ نے اب پسٹل عائش ملک پر تانی
تھی۔

سردار ہو کر اس طرح کی حرکتیں کر رہے ہو تم۔
عالیان خان نے گرجتے ہوئے زاویار خانزادہ سے
پسل چھینتے دور پھینکی تھی۔

آہہ۔۔۔ کیا کروں پھر میں؟ زاویار خانزادہ اپنے
بالوں کو مٹھیوں میں جکڑے چیخا۔
میرے ارتضیٰ کی لاش تک نہیں ملی۔ جل کر راکھ

ہو گیا وہ اس گاڑی کے ساتھ!! کیا کروں میں؟؟
وہ کرب سے چیختے ہوئے اپنے بال مٹھیوں میں
جکڑے ہوئے تھا۔ عایش ملک صوفے سے ٹیک
لگائے کانوں پر ہاتھ رکھے بری طرح لرز رہی
تھی۔۔۔ التمش اس کو لے جاؤ یہاں سے!! عالیان
خان نے اپنی سرخ آنکھیں مسلتے التمش سے کہا۔

چلیں خان! التمش نے زاویار خانزادہ کی طرف
بڑھتے اسے کے بازو جکڑا۔ زاویار خانزادہ التمش
خانزادہ کو سرخ آنکھوں سے دیکھتے اس کا ہاتھ
جھٹکتے ہوئے داخلی دروازے کی طرف بڑھا۔
زرقہ خانم نے اسی لمحے عایش کی طرف بڑھتے اس
کے گال تھپڑوں سے لال کر دیے تھے۔ وہ بہت

بے دردی سے اس کے نازک گالوں پر تھپڑ مار
رہی تھی۔ لاونج تھپڑوں کی آواز سے گونج رہا تھا۔
تھپڑوں کی آواز پر زاویار خان زادہ کے بھاری قدم
ایک لمحے کو رک گئے تھے۔ دوسرے لمحے وہ تیز تیز
قدم اٹھاتے وہاں سے چلا گیا تھا۔

۔ عایش اپنے سرخ گالوں پر دونوں ہاتھ رکھے بری

طرح کانپ رہی تھی۔ زرقہ خانم اسے گھورتے
ہوئے وہاں سے چلی گئی تھیں۔

التمش خان عایش کی طرف ہمدردی سے دیکھتے
زنان خانے سے نکل گیا۔

عالیان خان تابانہ خانم کی طرف بڑھتے ان کے
پر مشدہ وجود کو اپنے بازو کے حلقے میں لیے اپنے

کمرے کی طرف بڑھے توہ چادر سے آنسو صاف
کرتے عالیان خان کے سینے میں سمائی تھی۔

عالیان خان ان کے سر کو چومتے اپنے آنسوؤں پر
قابو پاتے انھیں اپنے سینے میں بھینچ چکے تھے۔ وہ
پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھیں۔ وہ نرمی سے اپنی
بیوی کو اپنے سینے سے لگائے اپنے کمرے کی طرف

بڑھ گئے۔

عائش زمین پر بیٹھی تھر تھر کانپتے گھٹنوں میں منہ
چھپائے بری طرح رو دی تھی۔

